

132479- طلاق کی عدت سے خاوند فوت ہونے کی عدت زیادہ ہونے میں حکمت

سوال

مطلقہ عورت کی عدت سے بیوہ کی عدت زیادہ ہونے میں کیا حکمت پائی جاتی ہے؟

پسندیدہ جواب

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مطلقہ اور

بیوہ عورت کے لیے عدت فرض کرتے ہوئے فرمایا ہے :

﴿اور طلاق یافتہ عورتیں تین حیض تک

اپنے آپ کو روکے رکھیں﴾ البقرة (228).

اور فرمان باری تعالیٰ ہے :

﴿اور تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں

اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ بیویاں چار ماہ دس دن تک انتظار کریں﴾ البقرة (234).

(234).

اگر مسلمان شخص کو حکمت معلوم نہ بھی

ہو تو بھی مسلمان شخص پر سب و اطاعت واجب ہے، اور اسے وحی کی نصوص اور احکام شرعیہ کو تسلیم کرنا چاہیے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿میرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک

مومن ہی نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ وہ آپس کے اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، اور

پھر آپ ان میں جو فیصلہ کریں وہ اس کے متعلق اپنے دل میں کوئی نیکی محسوس نہ کرتے

ہوں، اور اسے پوری طرح تسلیم کریں تسلیم کرنا﴾ النساء (65).

اور ایک مقام پر اللہ رب العزت کا

فرمان ہے :

﴿جب ایمان والے اللہ اور اس کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے ان کی بات
یہی ہوتی ہے کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں
﴾۔ النور (51)۔

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان
ہے :

﴿اور کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا
حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں کوئی اختیار باقی ہو،
اور جو کوئی اللہ اور اس رسول کی نافرمانی کریگا تو وہ یقیناً گمراہ ہو گیا اور واضح
گمراہ ہونا﴾۔ الاحزاب (36)۔

اور یہ احکام کی علت بیان کرنے سے
منع نہیں کرتا، اہل علم حضرات نے عدت کی کئی ایک علتیں بیان کی ہیں جو درج ذیل ہیں
ان علتوں کو بیان کرنے میں یہاں کوئی مانع نہیں اس لیے ہم چند ایک علتیں ذیل میں
بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں :

1 اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم پر
عمل کر کے اللہ کی عبادت ہوگی، کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مومن عورتوں کو عدت گزارنے
کا حکم دیا ہے۔

2 اس عدت سے استبراء رحم ہو جاتا
ہے اور یہ علم ہو جاتا ہے کہ حمل نہیں؛ تاکہ نسب میں اختلاط نہ ہو جائے۔

3 طلاق میں خاوند اور بیوی کو آپس
میں رجوع کے ذریعہ ازدواجی زندگی میں واپس آنے کا موقع فراہم کرنا۔

4 نکاح جیسے عظیم معاملہ کی عظمت
اور اہم ہونا کیونکہ طلاق کے لیے ایک طویل مدت اور عرصہ کا انتظار کرنا پڑتا ہے،
اگر ایسا نہ ہوتا یعنی عدت نہ ہوتی تو یہ بچوں کے کھیل کی جگہ لے لیتا کہ نکاح ہوتا
اور ایک ہی لمحہ میں نکاح ختم بھی ہو جاتا۔

5 خاوند کی فضیلت و احسان کا

اعتراف کرتے ہوئے خاوند کی وفات کے بعد غم و پریشانی کا اظہار۔

بیوہ کی عدت میں درج ذیل اشیاء کا

اضافہ ہوگا :

جب خاوند فوت ہونے میں فراق عظیم

تھا تو اس سے وفائی کی مدت بھی طویل ٹھری۔

بیوہ کی عدت میں اتنی مدت رکھی گئی

ہے جس میں بچہ پیٹ میں واضح حرکت کرنے لگتا ہے، تاکہ نسب کی حفاظت ہو سکے، طلاق

میں تو اتنی مدت رکھی گئی جس سے برات رحم ہو جو کہ ظنی دلالت تھی؛ کیونکہ طلاق دینے

والا شخص اپنی طلاق یافتہ بیوی کی حالت طہر اور حیض سے معلوم کر سکتا ہے، اور اسے

طلاق سے قبل بھی اس کے قریب جانے کی حالت کا علم ہے؛ لیکن میت کے لیے ایسا نہیں؛ اس

لیے چار ماہ سے دس دن زائد اس لیے کئے گئے تاکہ بچہ میں جو حرکت ہو وہ واضح معلوم

ہو جائے؛ کیونکہ بچہ کمزور یا طاقت وار ہونے کے اعتبار سے حرکت میں بھی تاخیر یا

جلدی ہو سکتی ہے۔

فوتگی کی بنا پر حاصل ہونے والی پریشانی

و غم بہت عظیم اور زیادہ ہوتی ہے جو تین مہینوں سے بھی زائد پر محیط ہے، اگرچہ اس

مدت میں رحم کی برات تو ہو جاتی ہے؛ لیکن غم و پریشانی اور تکلیف سے بری ہونے کے

لیے تو اس سے بھی زیادہ مدت اور عرصہ درکار ہے۔

اگر بیوہ خاوند ہونے کے بعد اپنی

شادی جلدی کر لے تو خاوند کے خاندان والوں کو برا لگے گا اور وہ اس عورت کے متعلق

مختلف قسم کی سوچیں سوچنے لگیں گے کہیں اس عورت نے ہی تو ان کے بیٹے کو کچھ نہیں کر

دیا تھا، اور وہ کہیں دوسری جگہ شادی کرنا چاہتی تھی، اس لیے خاوند سے وفاداری اور

اس پر غم بھی اتنی طویل عدت میں ہی ہے۔

اگر مطلقہ عورت کو بچہ پیدا ہو جائے

تو طلاق دینے والے شخص کے لیے لعان کر کے اس بچے کی نفی کرنا اور اس عورت کو جھوٹا

کہنا ممکن ہے، لیکن میت کے متعلق ایسا نہیں ہو سکتا، ہو سکتا ہے اس بیوہ عورت کا

بچہ پیدا ہوا اور وہ اس کی نسبت میت کی طرف کر دے، اس لیے بیوہ کے لیے احتیاط اتنی طویل عدت رکھی گئی ہے۔

پھر دوسری بات یہ بھی ہے کہ جاہلیت میں تو بیوہ عورت اس سے بھی زیادہ عرصہ بیٹھی رہتی اور عدت گزارتی تھی۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں :

”چار ماہ دس دن کی عدت میں حکمت یہ ہے کہ یہ پہلے خاوند کے حق کی حفاظت ہے، اسی لیے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق بہت عظیم تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویاں ساری زندگی امت کے لیے حرام ٹھہریں، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی دوسروں کے لیے چار ماہ دس دن کافی ہیں۔ واللہ اعلم۔“

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عدت چار ماہ دس دن کیوں رکھی گئی ہے؟

جواب یہ ہے کہ :

چار ماہ سال کا ایک تہائی ہے، اور دس دن مہینہ کا ایک تہائی بنتے ہیں، حدیث میں وارد ہے :

”ایک تہائی، اور ایک تہائی بہت زیادہ ہے“

دور جاہلیت میں عورتیں گندے ترین گھر میں ایک برس تک عدت بسر کرتی تھیں، اس کے لیے گھر کے ایک کونے میں چھوٹا سا خیمہ لگا دیا جاتا جس میں وہ دن رات بیٹھی رہتی، نہ تو غسل کرتی اور نہ ہی جسم کی صفائی، ایک برس تک ایسے ہی رہتی تھی، گرمی و سردی ایسے ہی گزر جاتی۔

جب سال بعد باہر نکلتی تو وہ ایک چٹیا یا مرغی لا کر اس کے سامنے رکھتے تو وہ اس پر ہاتھ پھیرتی اس کے بعد وہ عدت والی گندی اور بدبودار تعفن والی جگہ سے باہر نکلتی تھی، اور وہ زمین سے مینگنی اٹھا کر پیسٹک دیتی، گویا کہ زبان حال سے یہ کہہ رہی ہوتی :

میرے لیے اس عرصہ میں جو تنگی اور
مصیبت آئی وہ اس بیگنی کے برابر تھی!

لیکن الحمد للہ دین اسلام نے اس طویل
اور لمبی مدت کی بجائے تھوڑی سی مدت عدت مقرر کرتے ہوئے چارہ ماہ دس دن رکھے۔

پھر کیا دین اسلام نے اسے صفائی ستھرائی
کرنے سے روکا ہے یا نہیں؟

نہیں عورت کو اس عرصہ میں صفائی ستھرائی
سے منع نہیں کیا، جس طرح چاہے صفائی کرے؛ اور جو چاہے لباس زیب تن کرے؛ صرف اسے
خوبصورتی اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے اور بے پردگی مت کرے ”انتہی

دیکھیں: الشرح الممتع علی زاد
المستفتی (349348/13)۔

مزید معلومات کے لیے آپ المغنی (11/
224) اور المجموع (433/19) اور التقریر والتنویر ابن عاشور (422421/2)
اور تفسیر المنار (417416/2) اور روائع البیان فی تفسیر آیات الاحکام (1/
343) کا مطالعہ ضرور کریں۔

مزید تفصیلات کے لیے آپ سوال نمبر (81139)
کے جواب کا مطالعہ کریں۔

واللہ اعلم۔